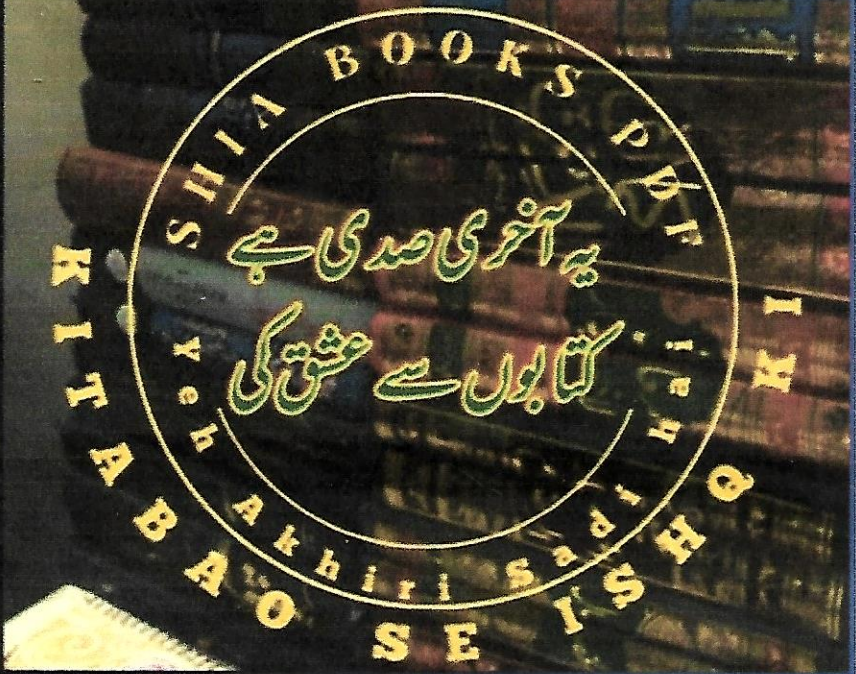


بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

Shia Books PDF منظر ایلیا



MANZAR AELIYA  
9391287881  
HYDERABAD INDIA

صرف حضرات شیعہ کیلئے ہے حضرات اہلسنت ملاحظہ نہ فرمائیں

# دوستی حسینہ

بجواب ”دو شیعہ مسافر“

از

حضرت مولانا ابولولو صاحب دام مجرہ

سابق امام اہلسنت و الجماعت

ناشر

تحفظ ناموس رسول گورکھپور

منتظر ایلیا

## انتساب

ان بہادر شیعوں کے نام جو شہنیت کی پرخطر،  
گمراہ اور گندی وادی سے نکل کر شیعیت کے  
دامن سے وابستہ ہو گئے،

ابولولو

منتظر ایلیا

## عرض ناشر

خدا کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ ہماری کتاب ”بال کی کھال“ عرف ”تازیانہ“ ہاتھوں ہاتھ لگی گئی  
اور اب آپ کے سامنے ”دوستی حسینہ“ حسب وعدہ پیش کی جا رہی ہے کہا جاسکتا ہے کہ یہ  
باتیں خیالی ہیں مگر میں یقین دلاتا ہوں کہ لوگ جسے خیالی اور افسانہ کہتے ہیں دراصل وہ نواق  
ہوتے ہیں صرف نام میں تبدیلی ہوتی ہے اس لئے اگر ”دوستی حسینہ“ آپ کو افسانہ معلوم ہوتو  
یہ بھی یقین فرمائیے کہ جس مذہب میں ایسے مسائل موجود ہیں یقیناً یہی سب وہاں بہا رہتا  
ہے بس فرق اتنا ہے کہ ہر ماحول عبد الجبار اور جلیل الرحمن کو جنم نہیں دے سکتا۔

میں صاحبان فہم و فراست اور ذی عقل و ذی عزت دل و دماغ سے پوچھتا ہوں کہ کہاں کو  
ایسے گندے اور غیر مہذب مسائل کی موجودگی میں سنی دوشیزاؤں کی عصمتوں کے بچاؤ کی کوئی  
راہ دکھائی دیتی ہے؟

ہمارا رسالہ ”بال کی کھال“ ”دوشیعہ مسافر“ کا مکمل مسکت اور دندان شکن جواب ہے اسی  
لئے ہم نے دوبارہ چبائے ہوئے لقمہ کو پیش کرنا خلاف اصول سمجھا۔

انشاء اللہ اسی طرح ہم موقع موقع سے اس مذہب کے رازہائے سر بستہ کو الم نشرح کرتے  
رہیں گے۔ ”تا کہ زمانہ“ ڈھول کے اندر پول کو دیکھ سکے۔

ہم محمد ہاشمی کچھوچھوی کے شکر گزار ہوں کہ انھوں نے ہمیں یہ موقع دیا کہ ہم ان کے  
مذہب کے رازہائے درون خانہ کو منظر عام پر لاسکے۔

فقط

مالک اشتر

سکرٹری انجمن تحفظ ناموس رسول گورکھ پور

## باپ نما شوہر

نواب عماد الملک مولوی عبدالشکور کی ساری مسرتیں جیسے ان کی چہیتی بیوی رشیدہ اپنے جنازہ کے ساتھ ہی لیتی گئی۔

بڑی حویلی جہاں رجبی شریف کے موقع پر شہنائیاں بجی تھیں ٹھیک ایک سال چھ ماہ بعد وہی بڑی حویلی..... ماتم کدہ بنی تھی۔ بیگم کے مرنے کے بعد مولوی عبدالشکور بالکل گوشہ نشین ہو گئے تھے۔ نہ اب جلسہ جلوس میں آنا جانا تھا اور نہ ہی چوپال کے قہقہوں سے ان کو کوئی دلچسپی رہ گئی تھی۔ اب کتابیں انھیں کھا رہی تھی اور وہ کتابوں کو اس کے بعد اگر فرصت ملتی تو مرحومہ بیوی کی یادگار ”رابعہ“ سے جی بہلاتے پہروں گود میں لئے لئے پھرا کرتے کئی انگنائیوں کی لق ودق حویلی میں اس وقت صرف مولوی عبدالشکور تھے، چند مہینوں کی رابعہ تھی یا پھر مولانا اکرام الدین (عبدالشکور کے والد مرحوم کے وقت کی ایک پچاس سالہ خادمہ نصیبین۔)

چھوٹے بڑے ہر ایک نے مولوی عبدالشکور سے کہا کہ آپ عقد ثانی کر لیں لیکن مولوی صاحب کسی طرح راضی نہیں ہوئے۔ انھوں نے طے کر لیا تھا کہ اب دوسرا عقد نہیں کروں گا۔ دیکھتے دیکھتے گھنٹے دنوں، دن ہفتوں، ہفتہ مہینوں اور مہینہ برسوں میں تبدیل ہوتے گئے۔ رابعہ نے زندگی کے نویں سال میں قدم رکھا جو انی نے بچپن کو گلے

لگایا۔ بھولے پن کی جگہ رعنائیوں نے لی بڑی حویلی میں پھر آہستہ آہستہ زندگی کے آثار پیدا ہو چلے تھے ایک دن پھر اس حویلی میں چہل نظر آئی۔ بڑی حویلی کے اندر باہر دولت بہتی تھی خاتمہ زمینداری کے بعد بھی لوگ اس کو سونے کی چڑیا کہتے تھے مذہبی اعتبار سے مولوی عبدالشکور صاحب بیحد سخت تھے چنانچہ رابعہ کی رسم روزہ کشائی کے لئے رمضان شریف کی ۲۱ تاریخ معین ہوئی بعض لوگوں نے منع بھی کیا کہ ”جناب مولوی صاحب آج حضرت امیر کرم اللہ وجہہ کا یوم شہادت ہے اور آپ جشن منارہے ہیں۔“

مولوی عبدالشکور نے جواب دیا کہ ”تم لوگوں کو تو بس رافضی ہو جانا چاہئے“  
”جناب! کیا حضرت امیر رافضیوں کے امام ہیں۔ ہمارے چوتھے خلیفہ نہیں ہیں۔“

”ضرور ہیں مگر میرا مطلب یہ ہے کہ اگر آج حضرت امیر کا غم مناتے ہو تو پھر دوسرے خلفاء کا غم کیوں نہیں مناتے؟“

”یہ تو آپ حضرات کا قصور ہے کہ آپ نے ہم لوگوں کو کبھی اس طرف متوجہ نہیں کیا۔“

ستار صاحب بول پڑے ”مولانا صاحب آپ دوسرے خلیفوں کے مرنے کی تاریخ بتائیں تو ہم ضرور ان کا غم منائیں گے“

”جو کچھ بھی ہو رابعہ کی رسم ۲۱ رہی کو ہوگی اور اسی دن جلسہ بھی ہوگا“

مولوی عبدالشکور صاحب نے فیصلہ کن لہجہ میں کہا۔

”میں کہتا ہوں آپ دس محرم کو رابعہ کی رسم روزہ کشائی رکھیں اپنا کیا نقصان ہے۔ مگر دوسرے خلیفوں کے مرنے والی تاریخ تو بتائیے تاکہ ہم لوگ اس کا اعلان کریں“ ستار نے کہا۔

”مجھے نہیں معلوم“

”سبحان اللہ! آپ مولانا آپ کے باپ مولانا اور آپ ہی کو نہیں معلوم“

”دیکھو بات اصل یہ ہے کہ رافضیوں نے ہماری تاریخوں کو اناسخ کر دیا ہے کہ

اب صحیح اور غلط کا امتیاز دشوار ہو گیا۔“

”کیا رافضی کبھی ہم سے زیادہ طاقتور رہے ہیں۔“؟

”تم بھی عجب آدمی ہو“ مولوی عبدالشکور صاحب نے کہا ”میں رافضیوں کو طاقتور

کہاں کہہ رہا ہوں۔ میں نے یہ کہا کہ ان لوگوں نے تاریخ کو اپنی خواہش کے مطابق

ترتیب دے لیا ہے۔“

”یہی تو میں بھی پوچھتا ہوں کہ جب رافضی ہر زمانے میں اقلیت میں رہے اور ہم

ہر زمانہ میں ملک و مال والے رہے تو انھوں نے ہماری تاریخوں کو..... کیسے تبدیل کر

دیا۔ ہم تو یہ دیکھتے ہیں کہ رافضی لوگ اپنی باتوں کو ہماری ہی تاریخوں سے ثابت کرتے

ہیں“ ستار صاحب نے کہا۔

مولوی عبدالشکور صاحب نے بھٹا کر جواب دیا ”تم نے تو مناظرہ شروع کر دیا۔

معلوم ہوتا ہے کہ رافضیوں کی صحبت میں زیادہ اٹھتے بیٹھتے ہو۔

ریاست اور مذہبی تعلیم کی شدت نے مولوی عبدالشکور صاحب کے ذہن میں ضد اور ہٹ دھرمی کا مادہ پیدا کر دیا تھا۔ ان کی علمی لیاقت کا شہرہ مصر تک تھا۔ اساطین علماء مصر تو ان کو ”نعمان وقت“ کہا کرتے تھے۔ چونکہ خدا نے بے انتہا دولت دے رکھی تھی اس لئے مزاج میں رعونت اور ضد کا مادہ تھا اور مولانا اکرام الدین مناظر کے فرزند تھے اس لئے اسلام کے دوسرے فرقوں سے عموماً اور رافضیوں سے خصوصاً طبعاً متفر رہتے تھے۔ فنون لطیفہ نے بھی کافی حد تک مزاج میں شوخی پیدا کر دی تھی کہ بڑی حویلی کے اندر ”مہ وشوں“ کی آمد و رفت بھی شروع ہو گئی تھی وہ تو بیوی کے صدمہ نے ان کو مردہ بنا دیا تھا۔ اس لئے محفل اکھڑ گئی تھی لیکن امتداد زمانہ کے ساتھ ساتھ بیوی کی جدائی کا غم کم ہوتا گیا اسے قدرت کا انتظام کہنے کہ رابعہ شکل و صورت میں من و عن اپنی ماں تھی۔ مولوی عبدالشکور رابعہ کے سہارے زندہ تھے اور رابعہ نے اپنی بھولی بھالی باتوں میں بہلا کر اپنے باپ کے دل سے اپنی مرحومہ ماں رشیدہ کا غم غلط کر دیا تھا۔ رفتار و گفتار، کردار اور سیرت۔ ناک و نقشہ، رنگ اور قد و قامت میں وہ بالکل اپنی ماں رشیدہ تھی۔ مولوی عبدالشکور صاحب اب سیر و تفریح کیسے لئے بھی چلے جاتے کبھی کبھی چوپال میں وہ ہا ہو اور ویسے ہی تہقہہ بھی لگاتے جو رشیدہ کی موت سے پہلے گونجا کرتے تھے اور اب تو مولوی عبدالشکور ”عشرت کلب“ کے ممبر بھی ہو گئے تھے گاہ گاہ وہاں بھی چلے جاتے

غرض کہ زندگی میں رنگینیاں پھر عود کر آئی تھیں۔

مولوی عبدالشکور صاحب کو ایک لڑکا درکار تھا۔ جس کے ساتھ ان کی لخت جگر ”رابعہ“ بیاہی جاسکے مگر لڑکا بھی ہر اعتبار سے ایسا ہی ہونا چاہیے جیسی رابعہ تھی تقسیم ہند کے بعد لڑکوں کا کال پڑ گیا تھا۔ بڑے گھرانوں کے لئے اور بھی دشواری تھی لڑکا اچھا تو خاندان نہیں۔ خاندان درست تو لڑکا خراب۔ مولوی عبدالشکور صاحب کی نظر میں کوئی لڑکا آتا ہی نہ تھا اور اب رابعہ ٹھیک پندرہ سال کی ہو چکی تھی شباب پھٹا پڑ رہا تھا۔ انگ انگ سے جوانی برس رہی تھی۔ رابعہ وہ گلاب تھی جسے نہ کوئی دیکھنے والا تھا نہ سونگھنے والا مولوی عبدالشکور کی پریشانیوں میں دن بدن اضافہ ہوتا جاتا تھا۔ لیکن انھیں مبارک فکروں نے مولوی عبدالشکور صاحب کو پھر سے ”نواب عماد الملک“ بنا دیا تھا۔ چونکہ مولوی صاحب موصوف اب گھر کے باہر زیادہ وقت گزارتے تھے گھر کی پچاس سالہ نصیبین کے علاوہ صرف رابعہ تھی اور تو کسی کا خوف نہ تھا لیکن ”حُسن کافر“ سے ہر آن خوف تھا اس لئے کہ وہ کمین گاہ میں چھپا تھا اس لئے مولوی عبدالشکور صاحب نے رابعہ کی خالہ کو بلا لیا تھا۔ جن کا قیام اب زیادہ تر بڑی حویلی ہی میں رہتا تھا

”تار آیا ہے“ ایک روز رابعہ نے اپنی خالہ سے کہا۔

”کہاں سے آیا ہے بیٹی خیریت تو ہے۔“

”اب میں کیا بتا سکتی ہوں“ خالہ اماں۔ اپنا جان کچھری گئے ہیں جمیل بھائی (رابعہ کا خالہ زاد بھائی) بھی تو نہیں۔

رابعہ کی خالہ بولیں ”جب سے یہ میاں مدینہ شریف سے آئے ہیں گھر میں ایک گھنٹہ آرام سے بیٹھنا تو جانتے ہی نہیں“

”کیوں خالہ اماں! جمیل بھائی مدینہ شریف کئی سال رہ کے آئے ہیں“ رابعہ نے پوچھا۔

”اے خدار کھے تیرہ سال وہاں رہے ہیں پورے مولانا ہو کر اب آئے ہیں رابعہ کی خالہ نے کہا۔

”رابعہ نے پھر استفسار کیا۔

”میرا خیال ہے جمیل بھائی سے کوئی رافضی مولوی جیت نہیں سکتا۔“

”تو بہ۔ یہ رافضی تبرا کرنا جانتے ہیں اس لئے ہمارے مولوی ان کے سامنے سے

بھاگ جاتے ہیں مگر میرا شیر تو رافضیوں کے لئے سم قاتل ہے۔“ رابعہ کی خالہ بولتی رہیں ارے رابعہ میرے جمیل نے تو مصر کے مولاناؤں کے چھکے چھڑادیئے بھلا یہ رافضی ان کے مقابلہ میں کیا رک سکتے ہیں کوئی کتاب ایسی نہیں جو جمیل الرحمن نے پڑھی نہ ہو۔“

اسی اثنا میں مولانا جمیل الرحمن آگئے۔ رابعہ نے کہا ”جمیل بھائی! یہ تار آیا ہے

دیکھئے تو اس میں کیا ہے۔“

عبدالجبار بریلی

”اماں! ابو کی طبیعت خراب ہے بلایا ہے۔ اس خبر کو سن کر رابعہ کی خالہ نے جیسے تیسے سامان درست کیا اور شام کی گاڑی سے بریلی کے لئے روانہ ہو گئیں اس روز مولوی عبدالشکور صاحب کے ایک جگہری دوست کی شادی تھی۔ جس میں مولوی صاحب موصوف کو شرکت کرنا تھی لیکن اب گھر میں کوئی مرد نہیں تھا۔ نماز عشا کے بعد رابعہ کو بلا کر کہا تم نصیبین کے کمرہ میں سو رہو اندر سے دروازہ بولٹ کر لینا ممکن ہے میری واپسی ایک بجے رات تک ہو یہ کہہ کر مولوی صاحب شادی میں شرکت کے لئے روانہ ہو گئے رابعہ نصیبین کے کمرہ میں گئی لیکن نصیبین کی کھانسیوں نے رابعہ کو اتنا ستایا کہ وہ اٹھ کر اپنے کمرہ میں چلی گئی اسی کمرہ سے متصل وہ کمرہ تھا جس میں مولوی عبدالشکور صاحب آرام فرماتے تھے۔ تقریباً ۱۶ بجے رات کو مولوی عبدالشکور صاحب موصوف واپس ہوئے تو نشہ میں دھت تھے لڑکھڑاتے ہوئے قدموں سے وہ اس دروازے کے قریب پہنچے جس کو باہر سے مقفل کیا تھا تا کہ رات میں کسی کو آواز نہ دینا پڑے۔ دروازہ کھولا راہداری سے گزر کر اپنے کمرہ میں جانے کے لئے ضروری تھا کہ مولوی صاحب رابعہ کے کمرہ سے گذریں چنانچہ بے تحاشہ رابعہ کے کمرہ کا دروازہ کھول کر اندر قدم رکھا۔ ہلکے نیلے رنگ کا بلب روشن تھا سامنے پلنگ پر رابعہ گہری نیند سو رہی تھی دبے قدموں مولوی صاحب بیٹی کی مسہری تک آئے، جس مسہری پر رابعہ سوئی تھی یہ اس کی مرحومہ ماں رشیدہ

کی تھی جس کے سر ہانے رشیدہ کی تصویر آویزاں تھی یکا یک مولوی عبدالشکور صاحب کی نظر رشیدہ کی تصویر پر جا پڑی اور پھر وہاں سے ہٹ کر سوئی ہوئی رابعہ پر نظریں جم گئیں۔ شب خوابی کا ڈھیلا لباس جگہ جگہ سے ہٹا ہوا تھا۔ مولوی عبدالشکور نے آہستہ سے زباں ہونٹوں پر پھیری جیسے بہت دنوں کے بھوکے ہوں اور ایک آہنی عزم کے ساتھ مسہری پر رابعہ کے سر ہانے بیٹھ گئے جیسے خونخوار بھیڑ یا شکار کو دیکھتا ہے اسی طرح مولوی صاحب موصوف اپنی لخت جگر رابعہ کو دیکھ رہے تھے۔

”جی ابا جان“ رابعہ ڈھلکے ہوئے لباس کو جلدی جلدی برابر کر کے بیٹھ گئی۔ دیکھتے دیکھتے رابعہ مولوی صاحب کی آہنی گرفت میں پہنچ چکی تھی

”ابا..... میں ہوں ابا جان رابعہ“۔ ہاں میری جان میں جانتا ہوں اور بڑی تیزی سے مولوی صاحب کی انگلیاں رابعہ کے بدن کے ہر حصہ نشیب و فراز کا جائزہ لینے لگیں۔ ”ابا جان میں ہوں رابعہ آپ کیا کر رہے ہیں۔ رابعہ نے فریاد کی مگر بھیڑ یا کسی کی فریاد نہیں سنتا۔ ”روشن بلب گل ہو گیا اور پھر اندھیرا تھا اندھیرا..... ہو گیا کبھی کبھی ہولے ہولے رابعہ کے سسکنے کی آوازیں آجاتیں اور بس۔

دوسری صبح رابعہ کو سخت بخار تھا مولوی عبدالشکور نے علاج کا انتظام تو کر دیا۔ مگر خود رابعہ کے سامنے جانے کی ہمت نہ ہو سکی۔

نہ جانے کہاں سے جرات مل گئی کہ دوپہر کو رابعہ کے کمرہ میں گئے۔ رابعہ پڑی

پڑی کہہ رہی تھی مکینہ، ذلیل، سور، کتا، بھیڑیا۔ اب میں تم کو باپ نہ کہوں گی۔  
 ”جاہل لڑکی میں بہر حال تیرا باپ ہوں۔ غلط جھوٹ، اب تم میرے شوہر ہو  
 اگر باپ ہوتے تو میری عصمت برباد نہ کرتے میرے عفت پر ڈاکہ نہ ڈالتے۔ رابعہ  
 ایک ہی سانس میں کہتی گئی۔

رابعہ پڑھی لکھی ہو کر جاہل عورتوں کی طرح بات کرتی ہو۔ لو یہ مسئلہ پڑھو۔

”متی تزوج امر اذ لا یجل له نکاحها فوطئها لا یجب الحد عند ابی حنیفہ“ یعنی حضرت  
 ابوحنیفہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ جس نے کسی ایسی عورت سے شادی کر لی جس  
 سے نکاح کرنا اس کے لئے حلال نہ ہو اور اس سے ہم بستری بھی کر لی تو اس پر حد واجب  
 نہ ہوگی۔

”لابی حنیفہ ان لعقد صادق مجمل لان محل التصرف ما یقبل مقصودہ والانی من  
 نبات ادم قابلت للتوالد وهو المقصود“ اس لئے کہ ابوحنیفہ کے نزدیک یہ عقد بلحاظ  
 محل ٹھیک ہے کیونکہ محل تصرف وہ ہے۔ جو غرض کو پورا کرنے کے قابل ہیں چنانچہ  
 عورتیں آدم کی بیٹیاں ہیں اور بچے جننے کے قابل ہیں۔

”یہ کون سی کتاب ہے۔ رابعہ نے پوچھا

”ارے بیٹی یہ تو عین الہدایہ شریف کی دوسری جلد ہے۔ لکھنؤ کے نامی گرامی منشی  
 نولکشور پریس میں ۱۳۱۳ھ میں چھپی ہے صفحہ دیکھو ۴۵ ہے۔ باپ نما شوہر نے کہا  
 جواب دیا۔

”یہ بات حلق سے اترتی نہیں“ رابعہ نے کہا۔

”اس کا مطلب یہ ہے کہ اب تم شریعت میں بھی دخل در معقول کی جرأت کرنے لگی  
 ہو تو بہ کرو۔ ایسے فاسد عقیدے سے۔ نہیں میرا مطلب یہ ہے کہ عین الہدایہ کے علاوہ  
 بھی اس قسم کا کوئی مسئلہ کہیں ہے۔

ہاں ہاں یہ تو تفسیر کبیر کی تیسری جلد مصر کی چھپی ہے اس کا صفحہ ۲۶۹ کھولو ہاں

عبارت پڑھو

”أَلَمْ سَأَلْكَ الثَّالِثَةَ قَالَ الشَّافِعِيُّ رَحِمَهُ اللَّهُ إِذَا تَزَوَّجَ رَجُلٌ بِأَمَةٍ وَدَخَلَ بِهَا

يَلْزَمُ الْحَدَّ وَقَالَ أَبُو حَنِيفَةَ رَحِمَهُ اللَّهُ لَا يَلْزَمُهُ“

تیسرا مسئلہ یہ ہے کہ شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ جب مرد اپنی ماں سے شادی کرے  
 اور منہ بھی کالا کرے تو اس پر حد لازم ہے مگر حضرت امام ابوحنیفہؒ نے فرمایا ہے کہ اس پر  
 حد نہیں ہے۔ کہو رابعہ اب تم کو تسکین ہوئی۔

”دیکھئے نا! امام شافعی اس کو نادرست اور ایسے شخص کو لائق حد سمجھتے ہیں۔

”مگر بیٹی امام شافعی ہمارے امام حضرت نعمان بن ثابت ابوحنیفہ جیسے قابل تو نہ تھے

اور نہ ہم شافعی مسلک رکھتے ہیں۔ ہم کو تو جو ہمارا امام بتلائے گا اسی کو تسلیم کریں گے۔

”دوسری بات یہ ہے کہ اس میں ماں کے لئے ہے جب کہ میں آپ کی بیٹی ہوں“

رابعہ نے کہا۔

”استغفر اللہ، ارے پگلی جیسے ماں حرام بیٹے پر ویسے ہی تو بیٹی حرام باپ پر مگر

ہمارے امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ نے جب ماں کو بیٹے کے لئے جائز کر دیا تو بیٹی باپ کے لئے حرام کیوں رہے؟

”یہ تو آپ کا قیاس ہے“ رابعہ نے آخری تیر مارا۔

”سبحان اللہ قیاس ہی پر تو ہم حنفیوں کے مذہب کا دار و مدار ہے پھر تم مجھ کو قیاس سے منع کیوں کرتی ہو۔“

اباجان! آج تک ان مسائل سے میں واقف نہ تھی اور رات کے واقعہ کے بعد تو میں نے طے کر لیا تھا کہ زہر کھالوں گی مگر خدا کا شکر ہے کہ امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ نے سارے مسئلے حل کر دیئے ہیں۔ کیوں اباجان خود امام اعظم نے بھی اپنے گھر میں اس مسئلہ پر عمل کیا ہوگا؟

”ان کے مسئلے سے معلوم ہوتا ہے کہ ضرور کیا ہوگا ورنہ ایسا مسئلہ کیوں بتاتے“

”آپ کے پاس کوئی دلیل ہے۔“

”امام اعظم کے فعل کی تو کوئی سند نہیں ہے البتہ ان کے شاگرد رشید حضرت امام ابو یوسف کا ایک مسئلہ تاریخ میں موجود ہے کہ موصوف نے خلیفہ ہارون رشید کو اجازت دیدی تھی کہ وہ اپنے باپ کی مدخولہ کنیز (جو اس کی ماں تھی) سے ہمبستری کرے تو کوئی مضائقہ نہیں ہے۔“

”اباجان یہ واقعہ کس کتاب میں ہے“

”سامنے وہ کتاب رکھی ہے لاؤ۔ ہاں دیکھو یہ ہے ہمارے حافظ علامہ جلال الدین

سیوطی کی لکھی ہوئی تاریخ خلفاء اس کا صفحہ ۲۰۱ دیکھو یہ فخر الطابع لکھنؤ میں ۱۳۱۲ھ میں چھپی ہے۔

”میری خطا معاف کر دیجئے عدم واقفیت میں میں نے آپ کی شان میں گستاخی کی“

رابعہ نے باپ کی گود میں سر ڈال کر کہا

خیر کوئی بات نہیں رابعہ اٹھو

رابعہ اگر اس وقت علم نہیں تھا تو اب تو ہے اگر اجازت دو تو.....

بڑی حویلی کی بہاریں پھر جاگ اٹھی تھیں اس حویلی میں گویا رابعہ کے پیکر میں رشیدہ پلٹ کر دوبارہ آگئی تھی۔

باپ بیٹی امام اعظم کی روح مبارک کو سو سو دعائیں دیتے۔ جنہوں نے گل چھرے اڑانے کے مواقع فراہم کر دیئے تھے۔ ایک ماہ بعد مولوی عبدالشکور کو معلوم ہوا کہ رابعہ امید سے ہے ہاتھوں کے طوطے اڑ گئے کوشش تو کی کہ حمل ضائع ہو جائے مگر جیسے قدرت یہ چاہتی تھی کہ امام اعظم کا فتویٰ پیکر انسانی میں تبدیل کر دیا جائے اس لئے ہزاروں جتن کے باوجود حمل ضائع نہ ہو سکا۔

ہزاروں پاڑ بیل کر مولوی جمیل الرحمن جو رابعہ کے خالہ زاد بھائی تھے مدینہ یونیورسٹی کے سند یافتہ تھے ان ہی سے رابعہ کی منگنی کر دی گئی ہے اور ایک ہفتہ کے بعد

کافی دھوم دھام سے رابعہ جمیل کے ساتھ بیاہ دی گئی۔ پہلی ہی رات میں جمیل الرحمن پر چودہ طبق روشن ہو گئے مگر خاندان کی عزت جمیل الرحمن کے پیروں میں بیڑی بن گئی اس لئے وہ طلاق نہ دے سکے۔ اس کے علاوہ مولوی عبدالشکور کی بے پناہ جائیداد کا تنہا مالک جمیل الرحمن کے علاوہ کوئی اور نہ تھا اس کو چھوڑنا جمیل کے لئے ناقابل برداشت بات تھی۔ دوسری رات جب جمیل نصف شب تک آرام کرسی پر بیٹھے سگریٹ پر سگریٹ پھونک رہے تھے رابعہ نے دیکھا تھا کہ پہلی شب بھی جمیل نے ساری رات یوں ہی گزار دی تھی ہمت کر کے وہ مسہری سے اٹھی اور پیروں پر سر رکھ کر بولی ”میرے سرتاج میری خطا؟“ رابعہ تمہیں معلوم ہے کہ تم کس منزل سے گذر رہی ہو خالوجان نے مجھے دھوکا دیا۔ میں نہیں جانتا کہ تمہاری خطا ہے یا نہیں مگر اتنا تو تم بھی جانتی ہو کہ تم دوشیزہ نہیں رہی اب تم واقعات بیان کرو تو میں کچھ بتا سکوں کہ کسی کی خطا ہے۔“ جمیل نے تاسفانہ لہجہ میں کہا

از اول تا آخر رابعہ نے بڑی دلیری سے ساری داستان بیان کر دی جسے سن کر جمیل کو غصہ سے زیادہ حیرت تھی۔ پہلو والا کمرہ لائبریری کے طور پر استعمال کیا جاتا تھا دونوں اٹھ کر لائبریری میں آئے اور سارے حوالجات جمیل نے پچشم خود دیکھے۔

”یا اللہ میں کیا کروں“

”اس میں کرنے یا نہ کرنے کی کیا بات ہے یہ تو ہمارا مذہب ہے“ رابعہ نے تسلی دی ”اگر یہی مذہب ہے ہمارا تو ایسے مذہب کو سو سلام! سوچو رابعہ اس کا مطلب تو یہ

ہوا کہ حنفی مذہب کی کوئی عورت لائق اعتبار نہیں“ جمیل نے کہا  
”پھر کیا کیجئے گا“

”میں اس مذہب کو چھوڑتا ہوں“

”زمانہ کیا کہے گا کہ بیٹے نے مذہب بدل کر باپ دادا کی ناک کٹا دی“

”میں اسے برداشت کر سکتا ہوں مگر اللہ کا غضب اور جہنم نہیں خرید سکتا“

”اگر آپ مذہب تبدیل کریں گے تو میں بھی مذہب بدل دوں گی مگر اب کون سا

مذہب قبول کیجئے گا“

”فی الحال تو کوئی فیصلہ نہیں کر سکتا پھر بتاؤں گا“ جمیل نے کہا“

”رابعہ دوڑو“ پہلو والے کمرہ سے مولوی عبدالشکور کی چیخنے کی آواز آئی دونوں بے

تحاشا دوڑے لیکن دونوں کے پہنچنے کے پہلے ہی مولوی عبدالشکور دم توڑ چکے تھے۔ ڈاکٹر نے بتایا کہ سانپ کے کاٹنے سے موت واقع ہوئی ہے۔

جس شام مولوی عبدالشکور درگور کئے گئے اسی رات رابعہ کے ہاں اسقاط ہوا اس

لئے کہ باپ کے چیخنے پر جب وہ دوڑی تو ٹھوکر کھا کر گر پڑی تھی۔

## شیر کی کھال میں گدھا

اس کے بعد دو سال تک رابعہ کے کوئی اولاد نہ ہوئی۔ رابعہ کی خالہ نے جمیل الرحمن کو رائے دی کہ وہ کچھو چھو شریف چلے جائیں وہاں منتیں پوری ہوتی ہیں اگرچہ جمیل کا دل نہیں چاہتا تھا مگر ماں کے حکم سے مجبور ہو کر وہ چلنے پر تیار ہو گیا۔ جمیل کی ۱۵ سالہ بہن خالدہ نے ماں سے اصرار کیا کہ بھائی اور بھابھی کے ساتھ وہ بھی کچھو چھو شریف جائے گی۔ چنانچہ بریلی سے وہ لوگ دہرا ایکسپریس سے اکبر پور کے لئے روانہ ہو گئی۔ عرس سراپا قدس کے زمانہ میں کچھو چھو شریف میں بہت زیادہ اژدہام رہتا ہے۔ کافی دوڑ دھوپ کے باوجود جمیل الرحمن کو دو، تین دن قیام کے لئے کوئی مکان نہ مل سکا مجبوراً جمیل کو اپنے خاندانی روابط و اثر و رسوخ کو کام میں لانا پڑا وہ بیوی اور بہن کو بسکھاری چھوڑ کر کچھو چھو چلے گئے ایک مکان پر پہنچ کر دق الباب کیا۔

”کون“ اندر سے آوازیں آئی۔“

”میں ہوں ایک مہمان“

”آخ..... خاہ میاں جمیل سلمہ تم ع۔“

”وہ آئیں گھر میں ہمارے خدا کی قدرت ہے“

ایک نورانی صورت بزرگ مولوی سید محمد اختر نامی نے ان کا پر تپاک خیر مقدم کیا“

”اچھے رہے میاں“

”جی ہاں“

”سبز قدمی چائے لے آؤں“

”ابھی آپ چائے نہ منگائیں میں اپنی بیوی اور بہن کو بسکھاری چھوڑ کر آیا ہوں“

جمیل نے کہا

”ارے واہ“

”مولوی سید محمد اختر نے کہا“ جاؤ بیٹا جلد جاؤ یہ کونسی عقلمندی تم نے کی۔“

-

دوسرے روز جمیل کی بہن خالدہ کی طبیعت کچھ ناساز ہو گئی مگر خالدہ نے دوا کے

کھانے سے انکار کر دیا وہ بولی

کچھو چھو شریف میں روحانی علاج ہوگا۔ مجبوراً جمیل نے سید محمد اختر صاحب (جو

جمیل کے باپ عبد الجبار اور مولوی عبد الشکور کے قریبی دوستوں میں تھے) سے کہا کہ

ذرا آپ کچھ دعائیں پڑھ کر دم کر دیں۔ مولوی سید محمد اختر صاحب نے دعائیں پڑھ

پڑھ کر خالدہ پر دم کرنا شروع کر دیا خالدہ نے بتایا کہ اس پر کچھ آسیب کا اثر ہے” ہاں

ہاں میں محسوس کر رہا ہوں“ مولوی سید محمد اختر نے کہا۔

ارے خالدہ چچا جان (مولوی سید محمد اختر صاحب) سے کیا پردہ ٹھیک سے بیٹھو

خالدہ نے وہ چادر ہٹا دی جو پردہ کے لئے درمیان میں حائل تھی۔ یکا یک مولوی سید محمد

اختر صاحب کے ہاتھ سے تسبیح چھوٹ کر زمین پر آگئی جھٹ تسبیح اٹھا کر بولے ٹھیک ہے

دو ایک روز دربار کی حاضری آسب دور کر دے گی مولوی سید محمد اختر صاحب نے تسلی دی  
”خدا کرے“ خالدہ نے کہا

ایک دو پہر جب جمیل بازار گیا تھا اور پھونک مارنے کا وقت آ گیا تو مولوی سید محمد  
اختر صاحب اس کمرے میں آئے جہاں رابعہ اور خالدہ کا قیام تھا“  
”میں آؤں“ مولوی سید محمد اختر صاحب نے پوچھا  
”جی آئیے“ خالدہ نے جواب دیا

کرسی پر آرام سے بیٹھ کر مولوی سید محمد اختر صاحب نے پوچھا بیٹی رابعہ اور جمیل  
کہاں ہیں

خالدہ نے جواب دیا کہ بچا جان بھائی جان تو بازار گئے شام تک آئیں گے اور  
بھابھی جان امی جان اور آپا (مولوی سید محمد اختر صاحب کی بیگم اور بیٹی) کے ہمراہ پاس  
پڑوس میں کہیں گئی ہیں شاید دو پہر کا کھانا بھی وہیں ہے۔

دعا شروع ہوئی اور آہستہ آہستہ پھونکوں کے ساتھ سید محمد اختر صاحب خالدہ کے  
قریب آتے گئے۔ خالدہ تو تب چونکی جب اس نے مولوی سید محمد اختر صاحب کو اپنے  
پہلو میں دیکھا

”خالدہ تم سے ایک بات کہوں“

خالدہ جواب کھسک کر دو ہاتھ کے فاصلے پر بیٹھی تھی دو کیا چار کہیے مگر خالدہ کسی

انجانے خوف سے لرزاں تھی۔ بار بار وہ دروازہ کی طرف دیکھتی یکا یک بوڑھے شیر نے  
جست لگائی اور خالدہ کو اپنے آہنی شکنجوں میں کس کر بولے ”خالدہ جو تم راضی ہو جاؤ“  
”یہ کیا مذاق ہے چھوڑیے ورنہ شور مچاتی ہوں“ خالدہ نے تڑپ کر کہا۔“

سنو خالدہ میں ایک ایسا عمل جانتا ہوں جس کو کر دوں تو تمہارے رخساروں پر ایک  
ایک انچ گہرے چچک کے نشان اور سر گنجا ہو جائے نیز تم ایک پیر سے لنگڑی بھی ہو جاؤ  
گی تم جانتی نہیں میں ایک گدی نشین فقیر ہوں

”ارے باپ رے“ خالدہ نے ایک جھر جھری لی اور دونوں ہاتھوں سے منہ چھپا  
کر سسکیاں لینے لگی۔

”دیکھو زیادہ وقت نہیں ہے یا تو تم اس پر راضی ہو جاؤ جو میں چاہتا ہوں یا پھر  
بد شکل ہونا گوارا کرو“

”مولوی سید محمد اختر نے دھمکی دی۔“

”میرے خدا! چچا جان کے بچے کیا یہ گناہ نہیں ہے؟“ خالدہ نے چیخ کر کہا مگر آواز  
نہ نکل سکی۔“

”نہیں تو کون کہتا ہے کہ گناہ ہے“ ”مولوی سید محمد اختر نے سینہ تان کر کہا“

”ارے واہ آپ زنا کی خواہش کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ کوئی گناہ نہیں“

”خیر تم تو پڑھی لکھی خاتون ہو یہ مسئلہ پڑھو

(۱) جو مرد عورت سے کہے کہ میں نے تجھ کو اس قدر مہر دیا تاکہ زنا کروں اور اس

سے زنا کرے تو حد نہیں“ (عالمگیری جلد ۱ صفحہ ۷۱، ۲ بحوالہ حقیقۃ الفقہ صفحہ ۱۶۳  
 (۲) جس عورت کو اجارہ پر لیا ہو (خرچی دیکر) زنا کرے تو حد نہیں“ (در مختار جلد  
 ۲ صفحہ ۲۱۶ بحوالہ حقیقۃ الفقہ صفحہ ۱۶۲

(۳) زنا بالجبر کرنے سے حد نہیں (در مختار جلد ۲ صفحہ ۲۱۶ بحوالہ حقیقۃ الفقہ صفحہ ۱۶۲

اب تم کو انکار نہ ہوگا یقین کرو کہ میں آسیب کا مرض دفع کر دوں گا

”ایک بات یہ بتا دیجئے کہ پھر آپ لوگ رافضیوں کو متعہ پر برا بھلا کیوں کہتے  
 ہیں؟ جبکہ آپ لوگوں کے یہاں غیر مہذب مسئلے تک موجود ہیں“ خالدہ نے پوچھا  
 رافضیوں کو صرف دشمنی میں بدنام کرنے کے لئے ہم لوگ برا کہتے ہیں ورنہ متعہ تو  
 بہت عمدہ چیز ہے جس کی وجہ سے زنا اور حرام کاری ہو ہی نہیں سکتی۔ ہم حنفیوں کے ہاں  
 بھی متعہ ہے

مولوی سید محمد اختر نے جواب دیا

(۱) ”ہمارے یہاں متعہ ہے“

ہاں ہاں ہے لودیکھو امام زفر کا فتویٰ ہے کہ متعہ درست ہے (شرح وقایہ صفحہ ۲۳۸

بحوالہ حقیقۃ الفقہ صفحہ ۱۶۰

(۲) نکاح متعہ منعقد ہوگا کہ جبکہ اس کی مدت اس قدر دراز ہو کہ آدمی اس مدت

تک زندہ نہیں رہ سکتا

(عالمگیری جلد ۲ صفحہ ۷۱، ۲ بحوالہ حقیقۃ الفقہ حصہ اول صفحہ ۱۶۰)

(۳) امام مالک کے نزدیک متعہ جائز ہے

(یعنی شرح کنز الدقائق صفحہ ۱۵ جلد ۲ طبع نولکشور لکھنؤ)

تفسیر احمدی فی شرح آیات الاحکام صفحہ ۱۸۹ در ضمن آیہ نما استمتع من الخ۔

”بولو اب راضی ہو“ جواب سنے بغیر مولوی سید محمد اختر نے پھر اس کو کھینچ کر اپنی

آغوش میں بھینچ لیا دروازہ اندر سے بند ہوا اور.....

تین روز کے بعد جمیل الرحمن کچھو چھہ شریف سے رخصت ہوئے تو خالدہ کا آسیب  
 اتر چکا تھا اور کچھو چھہ کی ایک یادگار بطور تحفہ لیکر جا رہی تھی لیکن مولوی سید محمد اختر اور خالدہ  
 کے علاوہ کسی تیسرے کو اس کا علم نہ تھا۔ گھر پہنچ کر ایک روز خالدہ کی طبیعت بہت زیادہ  
 ٹراب ہو گئی خالدہ کے والد عبدالجبار نے دوڑ کر اپنے فیملی ڈاکٹر کو بلا لیا معمولی سی دوا  
 دیکر ڈاکٹر نے عبدالجبار کو مبارکباد پیش کیا۔ عبدالجبار نے پوچھا کیسی مبارکباد؟

ڈاکٹر نے کہا صابرا جی امید سے ہیں۔

رات کو عبدالجبار نے اپنی بیوی سے ڈاکٹر کی گفتگو نقل کی صبح ماں نے خالدہ سے

تفصیلی گفتگو کی تو پتہ چلا کہ یہ حرکت مولوی سید محمد اختر کی ہے۔ خالدہ کی ماں برس پڑی

”یہ مو اتھہارا دوست تھا“ جس نے تمہاری عزت لوٹ لی۔ بولو اب کیا ہو“

آہستہ آہستہ یہ خبر جمیل تک بھی رابعہ کے ذریعہ پہنچ گئی۔ جب خالدہ نے محسوس کیا

کہ گھر کا ہر آدمی اسے نفرت کی نظروں سے دیکھتا ہے اور مذہبی کتابوں کے حوالوں کے

باوجود کسی کا منہ سیدھا نہیں تو ایک رات اس نے خود کشی کی ٹھان لی۔ تقریباً ۳ بجے

رات کو وہ کوٹھے سے کود کر جانے کے ارادے سے اٹھی اور زینہ طے کرنے لگی ابھی وہ دس بارہ زینے طے کر پائی تھی کہ قدم لڑکھڑائے اور دھم سے اپنی چار پائی کے برابر زمین پر گر پڑی گھر کے سارے لوگ دوڑے وہ بچ تو گئی مگر کچھو چھو کا تحفہ گر کر پاش پاش ہو گیا۔

”تم اتنی رات کو کوٹھے پر کیوں جا رہی تھیں“ ”ماں نے پوچھا“

”میں مرنے جا رہی تھی زندگی میرے لئے وبال جان ہے اگر میں نے گناہ کیا ہے تو مرنے دیجئے“ اس کو تو ماں نے سنبھالا دیا رابعہ نے کافی تسلی دی اور ادھر عبد الجبار نے یہ طے کر لیا کہ اب ایسے لعنتی مذہب پر باقی رہنے والے پر ہزار لعنتیں مگر تبدیلی مذہب کچھ آسان کام تو نہیں تھا اسی سوچ و چار میں دو ہفتہ گزر گئے۔ جمیل نے تو مسجد کی آمد و رفت بھی چھوڑ دی تھی۔

ایک دن باپ کے کہنے سے محلہ والوں کے طعنوں سے عاجز آ کر باپ بیٹے مسجد میں گئے ظہر کا وقت ہو گیا اذان شروع ہو کر ختم ہو گئی مگر امام صاحب حجرے کے باہر نہیں آئے یہاں تک کہ مجمع میں انتشاری کیفیت پیدا ہوئی عاجز آ کر عبد الجبار امام کے حجرے کی طرف بڑھے وہاں دیکھا کہ دو عورتیں دیوار کی طرف منہ کئے بیٹھی ہیں اور امام صاحب ایک دوسرے بزرگ پائجامے اتارے اور ایک دوسرے کے اعضاء تناسل پکڑے فیتے سے ناپ رہے ہیں۔

”ارے لوگوں دوڑو مسجد میں یہ کیا غضب کی بات ہے“ عبد الجبار چیخے سارا مجمع

مسجد سے اٹھ کر حجرے کے اندر باہر جمع ہو گیا امام اور دوسرے بزرگ مجمع کو سمجھا رہے ہیں کہ ”حضرات دراصل ہمارے یہاں یہ مسئلہ ہے کہ جس کی بیوی زیادہ خوبصورت ہو وہ پیشماز ہوا اتفاق سے ہم دونوں کی بیویاں ایک ہی طرح کی ہیں اس کے بعد مسئلہ یہ ہے کہ اگر بیویاں ایک طرح کی ہوں تو جس کا عضو تناسل چھوٹا ہو وہ پیشمازی کرے ہم لوگ اسی کو ناپ رہے ہیں“۔ عبد الجبار نے ڈانٹا کیا جکتے ہیں آپ لوگ کسی شریف مذہب میں ایسا گندہ شرم و حیا سے عاری مسئلہ ہو سکتا ہے۔

جناب غصہ نہ کیجئے یہ ہے کتاب غایۃ الاوطار اردو ترجمہ در مختار صفحہ ۲۵۹ باب الامامت جلد اول طبع منشی نو لکشور لکھنؤ فروری ۱۹۱۵ء مسئلہ یہ ہے

ثُمَّ الْاِحْسَنُ زَوْجَةً.....

پھر مستحق وہ ہے جس کی بیوی زیادہ اچھی ہو اس لئے کہ بیوی کے اچھے ہونے سے اس مضمون محبت و عفت کا زیادہ ہوگا اور یہ اس صورت میں ہے کہ لوگوں یا ہمسایوں میں اس امر کی شہرت ہو ورنہ یہ مطلب نہیں ہے کہ بقیہ صفات میں برابری کے وقت ہر شخص اپنی بیوی کے اوصاف بیان کرے

”ثُمَّ الْاَكْبَرُ رِاسًا وَالْاَصْغَرُ عَضْوًا“ پھر جس کا سر بڑا ہو اور دوسرے عضو چھوٹے ہوں کیونکہ سر بڑا ہونا اور دوسرے اعضا کا مناسب ہونا دلیل ہے زیادتی عقل کی.....

عبد الجبار نے کتاب پنگ کر کہا لاحول ولاقوة ایسے بے شرم مذہب میں رہنا کسی

عقلمند کام نہیں اور انہوں نے اپنے شیعہ ہونے کا اعلان کر دیا جمیل دوڑ کر باپ کے گلے لگ گیا اور کہا،

میں اب سے چھ مہینے پہلے شیعہ ہو چکا تھا مگر آپ کے خوف سے اعلان شیعیت نہیں کر سکا تھا۔

عبدالجبار نے پوچھا شیعیت کو تم نے کیوں قبول کر لیا تھا۔ جمیل نے رابعہ کی داستان دہرائی اور کہا کہ ان واقعات کے علاوہ جس چیز نے مجھے سنی مذہب سے متنفر اور شیعیت سے قریب کیا وہ ”مجرم“ نامی ایک کتاب تھی عبدالجبار نے پوچھا وہ کتاب ہے؟ تو مجھے بھی پڑھنے کے لیے دو۔

شام کو جمیل الرحمن نے ”مجرم“ باپ کو پڑھنے کے لئے دی اور اس کے ساتھ ایک رسالہ ”بال کی کھال“ بھی دیا۔

دوسرے دن تمام مذہبی اخبارات نے عبدالجبار فیملی کے شیعہ ہونے کو جلی سرخیوں میں شائع کیا۔